# مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ " المداد " کے اندر مرید کو اپنا کلمہ پڑھوانے کا الزام کا جواب

Scanned with CamScanner

ای ناخدا تر سو قیامت تو نہ آئے گی؟ حساب تو نہ ہوگا؟ ان بہتانوں طوفانوں پر بارگاہ قہار سے مطالبۂ جواب تو نہ ہوگا؟ ہاں ہاں جواب تیار رکھو اُس وقت کے لیے جبکہ ہماری طرف سے جھگڑتا آئے گا ہمارا ایمانی کلمہ "لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ط جل ذکرہٗ و ﷺ (ان بہتانوں کے ثبوت میں حضرات علماء اہل سنت کی جو عبارات نقل کی گئی ہیں اُن کا جواب ذیل میں ملاحظہ ہو۔

**قال:** رسالہ الامداد ماہ صفر ۱۳۳۶ھ ص ۳۵ پر ایک مرید کا خواب اور بیداری کا واقعہ ان لفظوں میں لکھا ہے الخ۔

**اقول:** ناظرین چونکہ زمانہ حال کے رضا خانیوں کا یہ ایک مایۂ ناز اعتراض ہے جس کو یہ دشمنان دین و دیانت ماہران کذب و خیانت طرح طرح کی رنگ آمیزیوں کے ساتھ آئے دن شائع کرتے رہتے ہیں لہٰذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آج اس کا جواب کسی قدر تفصیل سے دے کر ہمیشہ کے لیے اس بحث کا بھی خاتمہ کر دیا جائے۔ ومن اللہ التوفیق۔ لیکن تحریر جواب سے پہلے ہم ضرور سمجھتے ہیں کہ جس واقعہ پر اس بہتان کی بنیاد ہے اس کو بھی بجنسہٖ نقل کر دیں وہو ہذا۔

ایک صاحب جو نہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب کے مرید ہیں نہ ملاقاتی بلکہ صرف حضرت مولانا دام مجدہم کے حالات حمیدہ سنکر اور تصنیفات مفیدہ دیکھ کر غائبانہ تعلق رکھتے ہیں حضرت مولانا کو اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں۔

''اب وجہ اس کی عرض کرتا ہوں کہ بیعت ہونے کا خیال مجھ کو کیوں ہوا اور حضور کی طرف کیوں رجوع کیا بیعت کا شوق صرف مطالعہ کتب تصوف سے اور حضور کی جانب رجوع اس لیے کہ ہمارے نانا صاحبان مولانا مولوی محمد صاحب مرحوم۔ مولانا مولوی عبداللہ صاحب مرحوم و مولانا مولوی عبدالعزیز صاحب مرحوم لودہیانہ والوں سے حضور کے اعتقادات ملتے جلتے ہیں (اس سے یہ غرض نہیں کہ ہمارے نانا یا اور کوئی اپنے دادا وغیرہ علماء کے اعتقادات گو خراب ہی ہوں اُن کو بلاوجہ ترجیح دی جائے۔ اصل غرض یہ ہے کہ حضور کے اور بندے کے اعتقادات بالکل ایک ہیں اور اگر مولوی صاحبان لودھیانوی اور حضور کے درمیان کسی فروعات میں اختلاف بھی ہو اس میں بھی جناب کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

(۲) اور حضور کی تصنیف کردہ چند کتابیں زیر مطالعہ رہی ہیں جن میں سے بہشتی زیور تو حرز

Scanned with CamScanner

جان ہے اور شرح مثنوی مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ اور بھی چند تصانیف نظر سے گذریں۔

(۳) ایک دفعہ رام پور ریاست میں جانے کا اتفاق ہوا تو وہاں ایک مسجد میں ایک مولوی صاحب جو طالب علم تھے اُن کے پاس ٹھہرنے کا اتفاق ہوگیا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ مولوی صاحب حضور سے بیعت ہیں اس لیے اُن سے اور محبت ہوگئی تو اثنائے گفتگو میں معلوم ہوا کہ اُن کے پاس تھانہ بھون سے دو رسالے ''الامداد'' اور ''حسن العزیز'' بھی ماہواری آتے ہیں بندہ نے اُن کے دیکھنے کے واسطے درخواست کی تو ان مولوی صاحب طالب علم نے چند رسالے مجھ کو دیکھنے کے واسطے دیے۔

الحمد للہ جو لطف اُن سے اُٹھایا بیان سے باہر ہے۔ ایک روز کا ذکر ہے کہ ''حسن العزیز'' دیکھ رہا تھا اور دوپہر کا وقت تھا کہ نیند نے غلبہ کیا اور سو جانے کا ارادہ کیا ''حسن العزیز'' کو ایک طرف رکھ دیا۔ لیکن جب بندے نے دوسری طرف کروٹ بدلی تو دل میں خیال آیا کہ کتاب کو پشت ہوگئی اس لیے رسالہ ''حسن العزیز'' کو اٹھا کر اپنے سر کی جانب رکھ لیا اور سو گیا کچھ عرصہ کے بعد خواب دیکھتا ہوں کہ کلمہ شریف لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ محمد رسول اللہ پڑھتا ہوں۔ لیکن محمد رسول اللہ کی جگہ حضور کا نام لیتا ہوں۔ اتنے میں دل کے اندر خیال پیدا ہوا کہ تجھ سے غلطی ہوئی کلمہ شریف کے پڑھنے میں اس کو صحیح پڑھنا چاہیے۔ اس خیال سے دوبارہ کلمہ شریف پڑھتا ہوں دل پر تو یہ ہے کہ صحیح پڑھا جاوے لیکن زبان سے بے ساختہ بجائے رسول اللہ ﷺ کے نام کے اشرف علی نکل جاتا ہے حالانکہ مجھ کو اس بات کا علم ہے کہ اس طرح درست نہیں لیکن بے اختیار زبان سے یہی کلمہ نکلتا ہے دو تین بار جب یہی صورت ہوئی تو حضور کو اپنے سامنے دیکھتا ہوں اور بھی چند شخص حضور کے پاس تھے لیکن اتنے میں میری یہ حالت ہوگئی کہ میں کھڑا کھڑا بوجہ اس کے کہ رقت طاری ہوگئی زمین پر گر گیا اور نہایت زور کے ساتھ ایک چیخ ماری اور مجھ کو معلوم ہوتا تھا کہ میرے اندر کوئی طاقت باقی نہیں رہی اتنے میں بندہ خواب سے بیدار ہوگیا لیکن بدن میں بدستور بے حسی تھی اور وہ اثر ناطاقتی بدستور تھا۔ لیکن حالت خواب اور بیداری میں حضور کا ہی خیال تھا۔ لیکن حالت بیداری میں کلمہ

Scanned with CamScanner

شریف کی غلطی پر جب خیال آیا تو اس بات کا ارادہ ہوا کہ اس خیال کو دل سے دور کیا جاوے اس واسطے کہ پھر کوئی ایسی غلطی نہ ہو جاوے بایں خیال بندہ بیٹھ گیا اور پھر دوسری کروٹ لیٹ کر کلمہ شریف کی غلطی کے تدارک میں رسول اللہ ﷺ پر درود شریف پڑھتا ہوں لیکن پھر بھی یہ کہتا ہوں اللّٰھم صلِّ علی سیدنا و نبینا و مولانا اشرف علی حالانکہ اب بیدار ہوں خواب نہیں لیکن بے اختیار ہوں مجبور ہوں زبان اپنے قابو میں نہیں اُس روز ایسا ہی کچھ خیال رہا تو دوسرے روز بیداری میں رقت رہی خوب رویا اور بھی بہت سی وجوہات ہیں جو حضور کے ساتھ باعث محبت ہیں کہاں تک عرض کروں۔'' انتہی بلفظ الامداد مجریہ ماہ صفر ۱۳۳۶ھ ص ۳۵

اس خط کا جو کچھ جواب حضرت مولانا نے ارسال فرمایا تھا اس کے نقل کرنے سے پہلے ہم ناظرین کو واقعہ مذکورہ بالا کے چند ضروری اور قابل لحاظ اجزا کی طرف توجہ دلانا چاہتے ہیں۔

① حالت خواب میں صاحب واقعہ کلمہ طیبہ کو بغیر کسی ترمیم اور تغیر کے پڑھنا چاہتا ہے لیکن اضطراری طور پر حضور سرور عالم ﷺ کے اسم گرامی کی بجائے دوسرا نام زبان سے نکلتا ہے۔ یہاں قابل لحاظ یہ امر ہے کہ خواب میں بھی وہ بالقصد باختیار خود اس کلمہ کو نہیں پڑھتا بلکہ بے اختیار زبان سے اس طرح نکل جاتا ہے۔ عبارت زیر خط نمبر ا سے یہ امر ظاہر ہے۔

② باایں ہمہ حالت خواب ہی میں اس کا بھی احساس ہو گیا کہ یہ مجھ سے سخت غلطی ہو گئی اس کی تصحیح ضروری ہے یہ عبارت زیر خط ۲ کا مفاد ہے۔

③ وہ شخص اس سخت غلطی کی تلافی کے لیے خواب ہی میں کلمہ طیبہ ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' صحیح طور پر پڑھنا چاہتا ہے۔ یہ بات عبارت زیر خط نمبر ۳ سے معلوم ہوتی ہے۔

④ اس شخص کو اس وقت بھی اس کا یقین ہے کہ یہ نادرست ہے لیکن اس کی زبان بے اختیار ہے۔ یہ عبارت زیر خط نمبر ۴ سے مفہوم ہوتا ہے۔

⑤ صاحب واقعہ نے بیدار ہونے کے بعد بھی اس کو ایک غلطی ہی سمجھا اور اس خیال کے دل سے دور کرنے کی کوشش کی۔ یہ عبارت زیر خط نمبر ۵ کا مفاد ہے۔

⑥ اس نے بیدار ہونے کے بعد خواب کی اس غلطی کی تلافی کے لیے آنحضرت ﷺ پر درود

Scanned with CamScanner

شریف بھیجنی چاہی۔ یہ بات عبارت زیر خط نمبر ۶ سے ظاہر ہے۔

ان چھ (۶) نمبروں سے ہمارے ناظرین نے سمجھ لیا ہوگا کہ صاحب واقعہ کے عقیدہ میں حالت بیداری کیا خواب میں بھی کبھی ایک لمحہ کے لیے تذبذب نہیں آیا وہ دونوں حالتوں میں اس کو ایک غلطی اور وسوسہ ہی سمجھتا رہا یہ اس کے راسخ الایمان ہونے کی نہایت روشن دلیل ہے لیکن چشم بینا چاہیے۔

⑦ خواب اور بیداری کی ان دونوں کیفیتوں کے گذر جانے کے بعد اس کا بیان ہے کہ میں بیداری کی حالت میں بھی بے اختیار تھا، مجبور تھا، زبان قابو میں نہ تھی۔ یہ عبارت زیر خط نمبر ۷ کا مفاد ہے۔

⑧ اس کا بیان ہے کہ میں دوسرے روز بیداری میں اس موحش واقعہ پر بہت رویا۔ یہ عبارت زیر خط نمبر ۸ سے ظاہر ہے۔

اب ہم موافق عدد ابواب جنت انہی ۸ نمبروں پر اکتفا کرتے ہیں اور اصل مقصد کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

ناظرین! خدارا انصاف جس کے عقیدہ میں اس قدر پختگی ہو اُس کے سر انکار ختم نبوت کا بے بنیاد الزام تھوپ کر اُس کی تکفیر کرنا کہاں تک روا ہو سکتا ہے۔

نیز جبکہ وہ بیچارہ اس کلمہ کو کلمہ کفر ہی سمجھ رہا ہے۔ بار بار حالت خواب و بیداری میں اس کی تلافی کی کوشش کرتا ہے (لیکن حسب بیان خود بے اختیار ہے مجبور ہے) پھر اس کیفیت کے گذر جانے کے بعد اُس پر روتا بھی ہے تو پھر اُس کے فعل پر کسی قسم کی تنبیہ اور سرزنش کی بھی حاجت نہیں کیونکہ اس کی اُس وقت ضرورت ہوتی جبکہ اُس کے عقیدہ میں کسی قسم کا تذبذب ہوتا۔

اب اگر ضرورت ہے تو صرف اس کی کہ پیش بندی کے طور پر اپنی ذات سے نبوت و رسالت کی نفی کر دی جائے تا کہ یہ خیال آئندہ کسی وقت گمراہی کا باعث نہ ہو اور اُس کے اس وحشت انگیز خواب کی صحیح تعبیر بتلا کر اُس کی پریشانی کو بھی دور کر دیا جائے۔ جس طرح کہ جب حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ حضرت آج رات میں نے ایک بہت بُرا خواب دیکھا ہے اور وہ یہ کہ گویا حضور کے جسد اطہر کا ایک ٹکڑا کاٹ کر میری گود میں رکھ دیا گیا ہے تو حضور سرور عالم ﷺ نے یہ فرما کر اُن کی وحشت اور پریشانی کو دور فرما دیا

Scanned with CamScanner

کہ "رَاَیْتِ خَیْرًا (ای ام الفضل نہ گھبراؤ) یہ تم نے بہت اچھا خواب دیکھا ہے اس کی تعبیر یہ ہے کہ میری لخت جگر فاطمہؓ زہرا کے بچہ پیدا ہوگا۔ جس کو تم کھلاؤ گی (مشکوٰۃ)

الحمد للہ کہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب دامت فیوضہم نے بھی اس سنت نبوی پر عمل کرتے ہوئے اس کے جواب میں یہ تحریر فرمایا کہ:

''اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بعونہٖ تعالیٰ متبع سنت ہے۔''

اُن صاحب واقعہ کی پریشانی کو بھی دور کر دیا اور لفظ ''متبع سنت'' لکھ کر یہ بھی بتلا دیا کہ مجھ کو حضور سرور عالم فخر بنی آدم ﷺ سے صرف صرف غلامی کی نسبت ہے یہاں نبوت و رسالت کا احتمال بھی نہیں۔

الحمد للہ کہ ہمارے مخالفین کی تمام ہرزہ بافیوں کا جواب انہی چند سطروں میں ہو گیا لیکن چونکہ آج ہم کو اس بحث کا خاتمہ ہی کرنا ہے لہٰذا ہم اس کے ہر پہلو پر کافی روشنی ڈالنا چاہتے ہیں۔

ناظرین! اس واقعہ کے متعلق ہمارے مخالفین نے اس وقت تک جو کچھ زہر اگلا ہے اس سب کا حاصل صرف تین اعتراض ہیں۔

① معاذ اللہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب نے نبوت کا دعویٰ کیا۔

② صاحب واقعہ کو کوئی سرزنش، کسی قسم کی تنبیہ نہیں کی حالانکہ وہ اس کا مستحق تھا اور اُس کو توبہ واستغفار وتجدید ایمان ونکاح کا حکم دینا چاہیے تھا۔ کیونکہ وہ کلمۂ کفر کے تلفظ کی وجہ سے کافر ہو چکا تھا پس چونکہ مولانا اُس شخص کے اس کفر پر راضی رہے اور کسی قسم کا انکار نہیں کیا لہٰذا خود بھی کافر ہو گئے کیونکہ رضا بالکفر کفر ہے۔

③ ایسے شیطانی وسوسہ کو حالت محمودہ کیوں سمجھا گیا اور اُس کی یہ تعبیر کیوں دی گئی۔

ان میں سے پہلے اعتراض کا افتراء محض اور کذب خالص ہونا تو اس قدر ظاہر ہے کہ کسی توضیح کا بھی محتاج نہیں پھر حضرت مولانا کی تحریر میں ''متبع سنت'' کا لفظ بھی اس کی پوری بیخ کنی کر رہا ہے۔

نیز بنظر انصاف غور فرمایا جائے کہ اگر بفرض یہی واقعہ غلام احمد قادیانی علیہ ما علیہ یا کسی دوسرے مدعی نبوت کے سامنے پیش آتا تو کیا وہ بھی لکھتا جو حضرت مولانا نے تحریر فرمایا۔ مالک

Scanned with CamScanner

عرش کی قسم وہ ہرگز نہ لکھتا بلکہ اِس کو اپنے دعوے نبوت کی ایک روشن ترین دلیل قرار دیتا۔ اور ہزارہا کی تعداد میں اس مضمون کے اشتہارات شائع کرتا کہ "جو لوگ میری نبوت و رسالت کے منکر ہیں خدا ان سے بہ جبر گردن پکڑ کے میری رسالت کا اقرار کراتا ہے، اور میرا کلمہ پڑھواتا ہے"

اب اس کے مقابلہ میں حضرت مولانا کا جواب بھی ملاحظہ ہو۔ فرماتے ہیں۔

"اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بعونہٖ تعالیٰ "متبع سنت" ہے۔

یعنی حضور سرور عالم ﷺ (کا ایک فرمانبردار غلام ہے)

ناظرین! خدارا انصاف؟ کیا اس میں کوئی لفظ بھی ایسا ہے جس سے دعوے نبوت کی بو بھی آتی ہو۔ کیا سرکار دو عالم کی غلامی کا اقرار بھی کوئی سنگین جرم ہے۔

میرے دل کو دیکھ کر میری وفا کو دیکھ کر
بندہ پرور منصفی کرنا خدا کو دیکھ کر

دوسرے اعتراض کا جواب ہم قدرے تفصیل سے دینا چاہتے ہیں۔ کیونکہ سنا گیا ہے کہ بعض بھولے بھالے مسلمان بھی اپنی سادہ لوحی کی وجہ سے اس میں اُلجھ جاتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

یہ بات تو غالباً ہمارے مخالفین کو بھی مسلم ہوگی کہ حالت خواب میں جو کلمات کفریہ صاحب واقعہ کی زبان سے سرزد ہوئے اُن کی وجہ سے نہ اُس کو کافر کہا جا سکتا ہے نہ مرتد کیونکہ وہ شخص اس وقت حسب ارشاد نبوی مرفوع القلم تھا۔

**قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم رفع القلم عن ثلٰثة عن النائم حتّٰی یستیقظ وعن الصبی حتی یعقل وعن المعتوہ حتّٰی یفیق او کما قال علیہ السلام۔ رواہُ الترمذی وابن ماجہ وابو داود وغیرھم وقال علیہ السلام لا تفریط فی النوم الحدیث رواہ غیر واحد من ائمة الحدیث۔**

حضرت رسول خدا ﷺ فرماتے ہیں تین شخص مرفوع القلم ہیں ایک سونے والا جب تک کہ بیدار ہو اور ایک بچہ یہاں تک کہ بالغ ہو اور ایک بے ہوش یہاں تک کہ اُس کو افاقہ ہو جائے اور فرمایا رسول خدا ﷺ نے کہ نیند میں (جرم) جرم نہیں۔ اس کو بہت سے محدثین نے اپنی کتابوں میں روایت کیا ہے۔

اسی قسم کی احادیث سے حضرات فقہائے حنفیہ نے یہ اصول نکالا ہے کہ حالت خواب کی

Scanned with CamScanner

بات کسی درجہ میں بھی قابل اعتبار نہیں۔ خواب کا نہ اسلام معتبر ہے نہ کفر، نہ نکاح نہ طلاق بلکہ وہ تصریح فرماتے ہیں کہ خواب کی بات پرندوں کے آواز سے کچھ زیادہ وقعت نہیں رکھتی، چنانچہ در مختار کے حاشیہ ردالمحتار المعروف بہ شامی میں ہے۔

**وفی التحریر وتبطل عباراته من الاسلام والرّدة والطلاق ولم توصف بخبر ولا انشاء وصدق وکذب کالحان الطیور۔**

**ومثله فی التلویح فهٰذا صریح فی ان کلام النائم لا یسمّٰی کلامًا لغةً ولا شرعًا بمنزلة المهمل؟**

تحریر الاصول میں ہے کہ سونے والے کا کلام (مثلاً) اسلام لانا، یا مرتد ہو جانا، یا بیوی کو طلاق دینا یہ سب لغو اور بیکار ہے نہ اس کو خبر کہا جاسکتا ہے اور نہ انشا، اور نہ سچ نہ جھوٹ۔ مثل پرندوں کی آواز کے۔ اور اسی کے مثل تلویح میں ہے (علامہ شامی فرماتے ہیں) کہ اس عبارت سے صراحۃً معلوم ہوتا ہے کہ حالت خواب کے کلام کو نہ لغۃً کلام کہا جاسکتا ہے نہ شرعًا جس طرح مہمل (لفظ بے معنی)۔

ان احادیث شریفہ اور شامی کی اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ اگر خواب میں انسان سے کلمات کفریہ سرزد ہو جائیں تو اُن کی وجہ سے ہرگز اُس کو کافر نہیں کہا جاسکتا لہٰذا حالت خواب میں صاحبِ واقعہ کی زبان سے جو کلمہ کفر سرزد ہوا وہ تو کسی طرح بھی موجب کفر وارتداد نہیں ہوسکتا، کفر وارتداد تو کیا معنی معمولی درجہ کی معصیت بھی نہیں کیونکہ وہ اس وقت غیر مکلّف ہے۔

اب صرف حالت بیداری کے واقعہ متعلق سوال رہ جاتا ہے اُس کے متعلق صاحب واقعہ کا بیان ہے کہ وہ خواب والی غلطی سے نادم وپشیمان ہوکر اُس کی تلافی کے لیے آنحضرت ﷺ پر درود شریف پڑھنا چاہتا ہے اور اسی قصد سے زبان کو حرکت دیتا ہے لیکن بے اختیار، زبان سے آنحضرت ﷺ کے نام مبارک کے بجائے دوسرا نام نکل جاتا ہے اُس کو اس وقت غلطی کا احساس ہے مگر کہتا ہے کہ زبان پر قابو نہ تھا بے اختیار تھا، مجبور تھا۔

یہاں دو امر تنقیح طلب ہیں۔

**اوّل:** یہ کہ اس شخص کا یہ دعویٰ ”کہ میں اس وقت بے اختیار تھا۔ زبان میرے قابو میں نہ تھی جو

کلمات مجھ سے سرزد ہوئے وہ اضطراری طور پر سرزد ہوئے قابل تسلیم ہے یا نہیں۔

**دوم:** یہ کہ اگر اُس کو اس دعویٰ میں صادق مان لیا جائے تو اُس کا یہ بیان اُس کو کفر سے بچا سکتا ہے یا نہیں اور جس شخص سے حالت بیداری میں بلا قصد واختیار کلمات کفریہ سرزد ہو جاویں وہ شخص کافر ہے یا نہیں؟

امر اوّل کے متعلق یہ گذارش ہے کہ شخص مذکور کا یہ بیان کہ میں اُس وقت بے اختیار تھا مجبور تھا الخ یقیناً قابل تسلیم بلکہ واجب التسلیم ہے، قابل تسلیم تو اس لیے کہ یہ بات فی نفسہٖ محال نہیں ایسا ممکن بلکہ واقعہ ہے کہ بعض اوقات انسان کہنا کچھ چاہتا ہے اور بلا اختیار اس کی زبان سے کچھ نکل جاتا ہے۔ پھر نہ وہ اس وقت دیوانہ ہوتا ہے نہ نشہ میں اور نہ بظاہر کوئی اور ہی خاص عارض وہاں موجود ہوتا ہے۔

اس کی پہلی نظیر ملاحظہ ہو:

صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ خدائی تعالیٰ اپنے گنہگار بندہ کی توبہ پر اس سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے جیسے کہ کوئی مسافر کسی بے آب وگیاہ لق ودق میدان میں جا رہا ہو اور وہاں اُس کی سواری کا اونٹ جس پر اُس کے کھانے پینے کا سامان بھی لدا ہوا ہو اُس سے گم ہو جائے اور وہ اِدھر اُدھر تلاش کر کے اس سے نا اُمید ہو کر مرنے کے لیے کسی درخت کے سایہ میں آ لیٹے پھر اسی حال میں اُس کی آنکھ بھی لگ جائے پھر تھوڑی دیر کے بعد اُس کی آنکھ کھلے تو وہ دیکھے کہ اس کا وہ اونٹ مع اپنے ساز وسامان کے اُس کے پاس کھڑا ہوا ہے اور اُس کی زبان سے انتہائی خوشی میں یہ لفظ نکل جائیں اَللّٰھم انت عبدی وانا ربك اے پروردگار تو ہی میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب ہوں (معاذ اللہ منہ) اتنا فرمانے کے بعد آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں اَخْطأ مِنْ شدة الفرح یعنی زیادتی خوشی کی وجہ سے اس کی زبان بہک گئی اور اس سے خطاء یہ کلمات کفریہ سرزد ہو گئے حالانکہ وہ بیچارہ یہ کہنا چاہتا تھا کہ اے اللہ تو میرا پروردگار ہے اور میں تیرا بندہ ہوں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بعض اوقات انسان کسی خاص حالت میں کچھ کہنا چاہتا ہے اور اس کے منہ سے کچھ نکلتا ہے۔ حالانکہ نہ وہ دیوانہ ہوتا ہے نہ اس کو غشی ہوتی ہے نہ وہ نشہ میں مست ہوتا ہے۔

Scanned with CamScanner

## اس کی دوسری نظیر جو اکثر اہل علم پر گذرتی ہے:

بسا اوقات دیکھا جاتا ہے کہ بعض وہ علماء جن کو تقریر کی عادت نہیں ہوتی اگر اُن کو کبھی پلیٹ فارم پر کھڑا کر دیا جائے تو مشاہدہ ہے کہ بے چارے کہنا کچھ چاہتے ہیں اور منہ سے کچھ نکلتا ہے بعض اوقات ان کو غلطی کا احساس بھی ہو جاتا ہے لیکن تصحیح کی قدرت نہیں ہوتی۔

## اِسی کی تیسری نظیر جو عام طبقہ پر بھی گذرتی ہے:

اکثر دیکھا گیا ہے کہ بعض وہ حضرات جن کو سرکاری عدالت سے کم واسطہ پڑتا ہے اور فطرۃً سادہ مزاج بھی ہوتے ہیں اگر کسی فوجداری کے مقدمہ میں گواہی کی نوبت آتی ہے تو وکیلوں کی جرح میں بے چارے کہنا کچھ چاہتے ہیں اور نکلتا کچھ ہے اُس وقت زبان کما حقہ قابو میں نہیں ہوتی۔

یہ ایسے کھلے واقعات ہیں جن کا انکار یقیناً مکابرہ پھر بالخصوص حالت مرض میں جبکہ قویٰ ضعیف ہو گئے ہوں اگر چہ بے ہوشی نہ ہو اور علیٰ ہذا سو کر اُٹھنے کے بعد تھوڑی دیر تک خاص کر جب کہ وحشت انگیز خواب کے اثر سے آنکھ کھل گئی ہو اکثر ایسا ہوتا ہے کہ انسان کہنا کچھ چاہتا ہے اور منہ سے کچھ نکلتا ہے۔ حواس ایک گونہ درست ہوتے ہیں لیکن زبان کچھ دیر تک بے قابو سی رہتی ہے۔ اس کا تجربہ اس طرح کیا جا سکتا ہے کہ جب کوئی شخص خواب میں ہذیان بک رہا ہو اور گھبراہٹ کے آثار اُس پر نمایاں ہوں تو ناگہانی طور پر اُس کو اٹھا دیا جائے اور فوراً اس سے کچھ سوال کیا جائے وہ بعض اوقات سوال کو صحیح سمجھ لے گا۔ لیکن جب جواب دے گا تو اس میں بے اختیاری طور پر کچھ باتیں ایسی بھی نکل جائیں گی جو سوال سے محض بے تعلق ہونگی بلکہ وہ اُن پریشان خیالات کا ثمرہ ہوں گی جو اس وقت اُس کے دماغ میں چکر لگا رہے تھے خاکسار نے خود اس کا تجربہ کیا ہے یہی وجہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی مجلس میں سلسلہ کلام سے متعلق کوئی خارجی بات کہتا ہے تو اہل مجلس کہا کرتے ہیں ''ارے میاں کیا سو کے اٹھے ہو۔''

الغرض یہ حقیقت ناقابل انکار ہے کہ بعض خاص حالات میں اور بالخصوص سو کر اُٹھنے کے بعد کچھ دیر تک بسا اوقات انسان کی یہ کیفیت رہتی ہے کہ وہ کہنا کچھ چاہتا ہے اور اُس کی زبان سے کچھ نکل جاتا ہے حالانکہ نہ وہ دیوانہ ہوتا ہے نہ بے ہوش اور نہ نشہ کی وجہ سے مدہوش۔

Scanned with CamScanner

جب یہ بات ثابت ہو چکی تو معلوم ہوا کہ شخص مذکور کا یہ بیان کہ ''اُس وقت (یعنی اس پریشان کن خواب سے آنکھ کھلنے کے بعد) جو کلمات میری زبان سے سرزد ہوئے وہ بلا قصد واختیار تھے زبان میرے قابو میں نہ تھی'' یقیناً قابل تسلیم ہے۔

اور اُس کے اُن کلمات کو اسی پر محمول کیا جائے گا کہ وہ صرف اُس خواب کے اثر سے تھے جس میں وہ اِس وقت مبتلا تھا یہی وجہ ہے کہ خواب اور بیداری کی دونوں غلطیوں کی نوعیت بھی ایک ہی ہے۔

یہاں تک ہم نے صرف یہ ثابت کیا ہے کہ اس شخص کا وہ بیان قابل تسلیم ہے۔ رہا اُس کے بیان کا واجب التسلیم ہونا سو اُس کی وجہ یہ ہے کہ اِس صورت میں وہ شخص مسلمان رہتا ہے (جیسا کہ ہم ان شاء اللہ العزیز آئندہ ثابت کریں گے) اور یہ مسئلہ مسلمہ ہے جب کسی مسلمان کے کلام میں چند پہلو ہوں جن میں سے کچھ موجب کفر ہوں اور کچھ موجب اسلام تو مفتی پر واجب کہ اِسی دوسرے پہلو کو اختیار کرے اور ہرگز تکفیر مسلم کے گناہ سے ملوث نہ ہو بجائے اس کے کہ کتب فقہ کی عبارات نقل کروں مناسب سمجھتا ہوں کہ خود فاضل بریلوی کے کلام سے استناد کروں۔

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

خان صاحب موصوف تمہید ایمان ص ۳۶ پر رقمطراز ہیں:

''بحر الرائق وتنویر الابصار وحدیقہ ندیہ وتنبیہ الولاۃ وسل الحسام وغیرہا میں ہے والذی تحرر انہ لا یفتی بکفر مسلم امکن حمل کلامہ علی محمل حسن الخ

یعنی فقہا کے یہاں یہ محقق ہو چکا ہے کہ جس مسلمان کے کلام کو کسی اچھے محمل (معنی) پر محمول کیا جاسکے اس کے کفر کا فتوی نہیں دیا جاسکتا۔''

اور برکات الامداد ص ۲۸ پر فرماتے ہیں:

''علماء کرام فرماتے ہیں کہ کلمہ گو کے کلام میں اگر ۹۹ معنیٰ کفر کے نکلیں اور ایک تاویل اسلام کی پیدا ہو واجب ہے کہ اُسی تاویل کو اختیار کریں اور اُسے مسلمان ہی ٹھہراویں کہ حدیث میں آیا ہے الاسلام یعلو وَلا یعلیٰ اسلام غالب ہی رہتا ہے۔ مغلوب نہیں کیا جاتا۔

نیز تمہید ص ۴۳ پر فرماتے ہیں:

Scanned with CamScanner

''ہمیں ہمارے نبی ﷺ نے اہل لا الہ الا اللہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے جب تک وجہ کفر آفتاب سے زیادہ روشن نہ ہو جائے اور حکم اسلام کے لیے اصلا (بالکل) کوئی ضعیف سے ضعیف محمل بھی باقی نہ رہے فان الاسلام یَعْلوا وَلا یُعلیٰ۔''

خان صاحب بالقابہم کی اِن ہر سہ عبارات سے معلوم ہوگیا کہ مفتی کا فرض ہے کہ جہاں تک ممکن ہو وہ مسلمان کے کلام میں اُسی پہلو کو اختیار کرے جو موجب کفر نہ ہو لہٰذا ثابت ہوگیا کہ صاحب واقعہ کا بیان کہ میں ''بے اختیار تھا مجبور تھا'' قابل تسلیم ہونے کے ساتھ ساتھ واجب التسلیم بھی ہے۔ ختم ہوئی پہلی تنقیح۔

امر دوم تنقیح طلب یہ تھا کہ اگر اس شخص کے اِس بیان کو صحیح مان لیا جائے تو کیا یہ بے اختیاری کا عذر اُس کو مرتد ہونے سے نجات دے دے گا۔

اس کا جواب دینے سے پہلے ہم یہ بتلا دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ حالت بیداری میں صاحب واقعہ کی مجبوری اور بے اختیاری (جس کا وہ مدعی ہے) اصطلاحات فقہ کی رو سے کس قسم میں داخل ہے آیا اس کو اکراہ کہا جائے گا یا خطا یا کیا؟

ناظرین کرام! اُس کا بیان یہ ہے کہ میں خواب کی اس سنگین غلطی سے نادم و پشیمان ہو کر اُس کے تدارک کے لیے آنحضرت ﷺ پر درود شریف پڑھنا چاہتا تھا۔ لیکن حضور کے نام مبارک کے بجائے زبان سے دوسرا نام نکلا'' صاحب واقعہ کے اس بیان سے ظاہر ہے کہ یہ کلمہ کفر اُس سے خطاء سرزد ہوا کیونکہ خطا کی تعریف فقہاء کرام یہی فرماتے ہیں کہ انسان کوئی کلمہ کہنا چاہتا ہو اور اُس کی زبان سے کوئی دوسرا کلمہ نکل جائے مثلاً کوئی شخص اللہ واحد کہنا چاہتا تھا اور اس کی زبان سے اللہ عایدٌ نکلا تو فقہا کی اصطلاح میں اس کو خطا کہا جائے گا۔ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

**الخاطی من یجری علیٰ لسانه من غیر قصد کلمة مکان کلمة۔**

یعنی خاطی اُس کو کہا جاتا ہے جس کی زبان سے کوئی کلمہ بلا قصد کسی دوسرے کلمہ کی بجائے نکل جائے۔

نیز اِسی فتاویٰ قاضی خان میں ہے:

**الخاطی اذ اجری علیٰ لسانه کلمة الکفر خطاءً بان کان یرید ان یتکلم**

Scanned with CamScanner

بما لیس بکفر فجریٰ علیٰ لسانه کلمة الکفر خطاءً..... ۔

اورفتاوی بزازیہ میں ہے اما اذا اراد ان یتکلم بکلمة مباحةٍ فجریٰ علیٰ لسانه کلمة الکفر خطاءً بلا قصدٍ انتھی۔

فقہائے کرام کی ان عبارات ونیز مسلم شریف کی اس حدیث سے جو رسالہ ہذا کے ص ۴۵ پر نقل کی جا چکی ہے صاف ظاہر ہے کہ انسان کی زبان سے جو کلمہ بلا قصد نکل جائے اس کو خطا کہا جاتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ صاحب واقعہ کی زبان سے جو کلمات کفریہ سرزد ہوئے اُن کا صدور اُس سے خطاء ہوا اور فقہا کی اصطلاح میں اُس کو خطا کہا جائے گا۔ اب صرف یہ معلوم کرنا باقی رہے گا کہ جس شخص سے کلمات کفریہ خطا کے طور پر سرزد ہوں اُس کا کیا حکم ہے اِس کا جواب پہلے قرآن عزیز سے سنیے قال اللہ تعالیٰ:

رَبّنا لا تواخذنا ان نسینا او اخطأنا (سورة بقرة رکوع اخر)

اے پروردگار اگر ہم سے بھول چوک ہو جائے اور کچھ خطا سرزد ہو جائے تو ہم سے مواخذہ نہ فرمائیں۔

دوسرا جواب آنحضرت ﷺ کی حدیث شریف سے سنیے۔

قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم رفع عن امّتی الخطأ والنسیان۔(رواه الدّار قطنی والبیهقی وغیرها)

میری امت سے خطا اور نسیان اٹھا لیے گئے ہیں (یعنی اُن پر کسی قسم کا مواخذہ نہ ہوگا۔

فقہ حنفی کا جواب سنیے شامی جس کے حق میں طراز مذہب ابی حنیفہ کہا گیا ہے اس میں ہے۔

وَمَن تکلم بها مخطاءً اومکرها لا یکفر عندالکل۔

(شامی جلد خامس ص ۲۸۵)

جس سے کلمہ کفر خطاءً سرزد ہو گیا یا کسی نے زبردستی اس سے کہلوا لیا تو اُسکی تکفیر کسی کے نزدیک بھی نہیں کی جائے گی۔

اصول امام فخر الاسلام کی شرح کشف الاسرار میں ہے:

بالتکلم بکلمة الکفر فی حاله السکر لا یحکم بالردة لا یحکم بها فی

Scanned with CamScanner

حالة الخطا و الجنون۔

نشہ کی حالت میں کلمہ کفر نکل جانے کی وجہ سے مرتد ہو جانے کا حکم نہیں دیا جائے گا جس طرح کہ خطا اور جنون کی حالت میں ارتداد کا حکم نہیں دیا جاتا۔

اور فتاویٰ عالمگیریہ میں بحوالہ فتاویٰ قاضی خان نقل کیا ہے۔

الخاطی اذا جریٰ علی لسانه کلمة الکفر خطاءً بان کان یرید اَن یتکلم بما لیس بکفرٍ فجری علیٰ لِسَانه کلمة الکفر خطأً لَمْ یکن ذالكَ کفرٌ عندَ الکل۔

جبکہ خطا کے طور پر کلمہ کفر زبان سے نکل جائے اس طرح کہ کہنا ایسی بات چاہتا تھا جو کفر نہیں تھی اور نکل گیا کلمہ کفر خطا کے طور پر تو یہ اتفاقاً موجب کفر نہیں۔

قرآن عزیز کی اس آیت کریمہ اور آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد اور فقہائے کرام کے ان نصوص سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ اگر کسی کی زبان سے بلا قصد و اختیار کلمات کفریہ سرزد ہو جاویں (جس طرح کہ واقع زیر بحث میں ہوئے) تو یہ ہرگز موجب کفر و ارتداد نہیں۔

اِسی مدعا کی دوسری تقریر اس طرح بھی کی جا سکتی ہے کہ ارتداد کے لیے قصد و ارادہ لازمی ہے چنانچہ درمختار باب المرتد میں ہے:

ورکنها اجراء کلمة الکفر علی اللسان

یعنی ارتداد کا رکن رکین کلمہ کفر کا زبان سے نکالنا ہے۔

یہ نہیں فرمایا کہ ارتداد کا رکن کلمہ کفر کا زبان سے نکلنا ہے بلکہ کلمہ کفر کے زبان سے نکالنے کو کفر قرار دیا اس سے صاف ظاہر ہے کہ ارتداد کے لیے قصد و ارادہ لازمی ہے۔ نیز اِسی درمختار میں ہے۔

ولا ردّة بِلسانه وقلبه مطمئن بالایمان (درمختار ص ۱۳۳)

جبکہ دل میں تذبذب نہ ہو تو صرف زبان کی وجہ سے ارتداد متحقق نہ ہوگا۔ (درمختار ص ۱۳۳)

اور اصول بزدوی کی شرح کشف الاسرار میں ہے:

ان الرّدة تنبئ عن القصد

Scanned with CamScanner

ردّت کا لفظ ہی قصد وارادہ کو بتلا رہا ہے۔

اور علامہ ابن الھمامؒ فتح القدیر شرح ہدایہ میں ارقام فرماتے ہیں:

**الرّدة تنبئ عن تبدّل الاعتقاد** (ص ۴۰۷، ج ۴)

ردّت کا لفظ ہی اعتقاد کی تبدیلی کو بتلا رہا ہے۔

نیز اِسی فتح القدیر کی جلد ۳، ص ۱۴۱ پر ہے:

**رکنها الاعتقاد**

ارتداد کا رکن اعتقاد ہے۔

علیٰ ہذا عنایہ شرح ہدایہ میں ہے:

**ان الرّکن فی الرّدة الاعتقاد** (عنایہ ص ۴۰، ج ۳)

ارتداد کا رکن اعتقاد ہے (یعنی تبدیلی اعتقاد ہی کو اُس میں دخل ہے)۔

فقہائے کرام کی ان تمام عبارات سے صاف ظاہر ہے کہ اگر بلا قصد کسی سے کلمات کفریہ سرزد ہو جائیں اور اعتقاد میں کوئی تبدیلی نہ ہو تو وہ صرف ان کلمات کفر کے تلفظ کی وجہ سے کافر نہ ہوگا۔ اور یہی ہمارا مدعا تھا۔

اِسی کی تیسری تقریر اس طرح بھی کی جا سکتی ہے کہ ارتداد کی شرائط میں سے ایک طوع واختیار بھی ہے (ملاحظہ ہو درمختار وشامی) اور واقعہ مذکورہ میں وہ منتفی ہے لہٰذا بوجہ عدمِ وجدانِ شرط، ارتداد کا حکم نہیں دیا جا سکتا۔

اس وقت تک جو کچھ عرض کیا گیا اُس کا ماخذ صرف قرآن عظیم اور احادیث نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم اور فقہ حنفی کی معتبر روایات تھیں جو ایک حنفی المذہب مسلمان کی تسلی وتشفی کے لیے کافی سے زائد ہیں۔ اب ہم چاہتے ہیں کہ اس کا آخری فیصلہ خود فاضل بریلوی کے کلام سے پیش کر کے اِس بحث کو یہیں ختم کر دیں۔

چونکہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ رضا خانی صاحبان (جو قرآن وحدیث کی تحریف اور اُس کے معنی کے ہیر پھیر میں بہت ہی چاق وچست ہوتے ہیں) اگر اُن کے سامنے اُن کے ان مجدد صاحب بریلوی کا کلام پیش کر دیا جائے تو اُن کی ساری چستی سستی سے بدل جاتی ہے اور بالکل ہی اوس پڑ جاتی ہے اس لیے آخرِ مبحث میں خان صاحب بالقابہم کا فیصلہ درج کرنا زیادہ

Scanned with CamScanner

مناسب سمجھا گیا خان صاحب موصوف ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں۔

''شریعت میں احکام اضطرار احکام اختیار سے جدا ہیں۔''

(دیکھو ملفوظات خان بریلوی حصہ اول ص ۵۳)

خان صاحب کے اِن الفاظ نے فیصلہ کر دیا کہ اگر کوئی اپنے اختیار سے کلمات کفریہ کہے تو اس کا اور حکم ہے یعنی وہ کافر ہو جائے گا اور اگر کسی کی زبان سے اضطراری طور پر بلا اختیار کلمات کفر سرزد ہو جائیں تو اُس کا اور حکم ہے یعنی اُس کو ہرگز کافر نہیں کہا جا سکتا صاحب واقعہ کی عدم تکفیر کے لیے مجدد التکفیر کا اتنا ہی لکھنا کافی ہے۔

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں
زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہ کنعاں کا

ہمارے اِس بیان سے روز روشن کی طرح ظاہر ہو گیا کہ صاحب واقعہ اس واقعہ کی وجہ سے نہ کافر ہے نہ مرتد نہ گنہگار بلکہ شریعت مطہرہ کی نظر میں وہ بالکل معذور ہے نہ اس کو تجدید ایمان ونکاح کی ضرورت ہے نہ توبہ واستغفار کی۔ پس ثابت ہو گیا کہ اس واقعہ کے متعلق ہمارے مخالفین کا دوسرا اعتراض بھی پہلے کی طرح محض بے اصل اور خبث باطن پر مبنی ہے۔ اب ہم اس بحث کو یہیں ختم کرتے ہیں اور باقی ماندہ مواد کو کسی دوسری صحبت کے لیے ملتوی کرتے ہیں۔ والحمد للہ اوّلاً وآخراً۔

اب صرف تیسرا اعتراض رہ جاتا ہے اور وہ یہ کہ ''اس شیطانی وسوسہ کو حالت محمودہ کیوں سمجھا گیا۔ اور اس کی تعبیر یہ کیوں دی گئی'' کہ ''اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بعونہٖ تعالیٰ متبع سنت ہے'' اس کا جواب ہم وہی دینگے جو اس سے پہلے بھی عرض کر چکے ہیں یعنی یہ کہ خواب کی ایک صورت ہوتی ہے اور ایک حقیقت یا یوں کہنا چاہیے کہ اُس کا ایک ظاہری پہلو ہوتا ہے اور ایک باطنی اور بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بادی النظر میں اُس کا ظاہری پہلو نہایت ہی تاریک اور وحشت انگیز ہوتا ہے۔ لیکن اس کا باطنی پہلو یعنی اُس کی تعبیر ایک جانفزا مژدہ اور نہایت خوش کن بشارت ہوتی ہے الغرض اگر کوئی خواب ظاہراً برا ہو تو یہ ضروری نہیں کہ فی الحقیقت بھی وہ ایسا ہی برا ہو اور اس کی تعبیر بھی بُری ہو اُس کی شہادت میں واقعات ذیل ملاحظہ ہوں۔

Scanned with CamScanner

① مشکوٰۃ شریف باب مناقب اہلِ البیت میں حضرت ام الفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یہ حدیث مروی ہے۔

**عن ام الفضل بنت الحارث انها دخلت على رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالت يارسول الله انى رائيت حلما منكرا الليلة قال وما هو قالت انّهٗ شديد قال وما هو قالت رائيت كان قطعة من جسدك قطعت ووضعت فى حجرى فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم رائيت خيرًا تلد فاطمة ان شاء الله غلامًا يكون فى حجرك فولدت فاطمة الحسين رضی اللہ عنہ فكان فى حجرى كمَا قالَ رَسُولُ الله صَلَى اللّٰهُ عليه وسلم۔**

حضرت ام الفضل بنت حارث رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ آج رات میں نے بہت بُرا خواب دیکھا حضور نے ارشاد فرمایا وہ کیا خواب ہے عرض کیا کہ حضرت وہ تو بہت ہی برا ہے ارشاد فرمایا (بتلاؤ تو) وہ کیا ہے حضرت ام الفضل نے عرض کیا میں نے یہ خواب دیکھا ہے کہ گویا حضور کے جسد اطہر کا ایک ٹکڑا کاٹ کر میری گود میں رکھ دیا گیا ہے آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا تم نے بہت اچھا خواب دیکھا ہے (اس کی تعبیر یہ ہے) کہ ان شاء اللہ میری لخت جگر فاطمہ زہرا کے لڑکا پیدا ہوگا جو تمہاری گود میں کھیلے گا چنانچہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے اور میری گود میں کھیلے جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا۔

دیکھیے بظاہر کس قدر برا خواب تھا۔ حتیٰ کہ خود حضرت ام الفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ حضرت میں نے ایک بُرا خواب دیکھا ہے اور جناب رسالتمآب ﷺ کے مکرر استفسار پر عرض کیا کہ ''حضرت وہ بہت ہی برا ہے۔'' لیکن آنحضرت ﷺ نے اُس کی تعبیر کس قدر خوش کن بتلائی۔

② مسلم شریف و نیز دیگر کتب حدیث میں ہے کہ حضرت رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا:

**احب القيد واكره الغل القيد ثبَاتٌ فى الدّين او كمَا قال**

یعنی میں خواب میں پیروں کی بیڑیوں کو اچھا سمجھتا ہوں اور گردن کے طوق کو بُرا، پیر میں

Scanned with CamScanner

بیڑیاں دین کے معاملہ میں ثابت قدمی کی (دلیل) ہیں۔

غور فرمایا جائے کہ پیروں میں بیڑی کا ہونا بظاہر کس قدر بری بات ہے لیکن آنحضرت ﷺ نے اُس کی تعبیر کتنی نفیس بتلائی۔

③ تعبیر الرویا میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کا ایک خواب بایں الفاظ مذکور ہے کہ:

**انه اتی قبر رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فنشه فاخبر استاذه وکان ابو حنیفة صبیًا بالمکتب فقال استاذه ان صدقت رویاك یا ولد فانك تقتفی اثر رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم وتنبش عن شریعته فکان کما عبّر الاستاذ۔** (تعبیر الرویا کشوری ص۳۷)

(خواب میں) حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سرور عالم ﷺ کے مزار اقدس پر پہنچے اور وہاں پہنچ کر حضور کے مرقد پاک کو اکھاڑا (اعاذنا اللہ وسائر المسلمین منہ) پس اس پریشان کن اور وحشت انگیز خواب کی اطلاع انہوں نے اپنے اُستاذ کو دی اور اس زمانہ میں امام صاحبؒ مکتب میں تعلیم پاتے تھے پس ان کے استاذؒ نے فرمایا اگر تمہارا یہ خواب واقعی ہے تو (اس کی تعبیر یہ ہے) کہ تم جناب رسول اللہ ﷺ کی احادیث کی پیروی کرو گے اور شریعت محمدیہ کی پوری کھود کرید کرو گے پس بالکل ایسا ہی واقعہ ہوا ان کے استاذ کی یہ تعبیر حرف بحرف سچی ثابت ہوئی۔

دیکھیے یہ خواب بھی بظاہر بہت ہی زیادہ پریشان کن تھا۔ لیکن حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ نے اُس کی تعبیر کس قدر تسلی بخش بتلائی۔

④ تاریخ کی بعض کتابوں میں مذکور ہے کہ خلیفہ ہارون رشید کی بیوی زبیدہ نے خواب دیکھا کہ کثیر التعداد مخلوق جمع ہے اور سب لوگ باری باری اُس سے مجامعت کرتے ہیں جب آنکھ کھلی تو سخت پریشان تھی۔ گھبراہٹ کی کوئی انتہا نہ تھی۔ آخر کار اپنی ایک کنیز کو اُس زمانہ کے امام فن تعبیر کے پاس بھیجا اور اس کو فہمایش کی کہ اُن کے پاس پہنچ کر میرے اِس خواب کی تعبیر دریافت کر لیکن یہ نہ کہنا کہ زبیدہ نے یہ خواب دیکھا ہے بلکہ یہ ظاہر کرنا کہ خود میں نے ایسا خواب دیکھا ہے۔ حسب الحکم وہ کنیز اُن بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور مذکورہ بالا خواب

Scanned with CamScanner

بلا کم وکاست نقل کر کے تعبیر دریافت کرنی چاہی اُنہوں نے فرمایا تو غلط کہتی ہے۔ تو نے ہرگز یہ خواب نہیں دیکھا بالآخر جب اُنہوں نے حقیقت حال دریافت کرنے پر زیادہ اصرار کیا تو جبراً قہراً کہنا پڑا کہ خلیفۂ وقت کی بیوی زبیدہ کا یہ خواب ہے اُنہوں نے فرمایا بے شک زبیدہ کا یہ خواب ہوسکتا ہے اور اس کی تعبیر یہ بتلائی کہ اللہ تعالیٰ اُس سے کوئی ایسا کام لے گا۔ جس سے کثیر التعداد مخلوق فیض یاب ہوگی۔

کہا جاتا ہے کہ نہر زبیدہ (جو عرب کے ایک بہت بڑے حصہ کو سیراب کر رہی ہے اور ایام حج میں مشرق ومغرب کے مسلمان اُس سے فیض یاب ہوتے ہیں) اسی خواب کی تعبیر ہے۔

اب دیکھیے کہ خواب بظاہر کس قدر وحشت انگیز تھا اور اُس کی تعبیر کس درجہ کی بشارت ہے۔

ان احادیث کریمہ اور ان واقعات سے صاف ظاہر ہوگیا کہ بظاہر کوئی خواب کیسا ہی وحشت انگیز اور پریشان کن کیوں نہ ہو۔ لیکن ہرگز ضروری نہیں کہ اُس کی تعبیر بھی ایسی ہو بلکہ ممکن ہے کہ اس کی تعبیر کوئی اچھی نکل آئے پس واقعہ زیر بحث بھی اسی قبیلہ سے ہو تو کوئی محل استعجاب واستبعاد نہیں۔

اب رہا یہ سوال کہ خواب اور اس کی تعبیر میں کوئی مناسبت ہونی چاہیے لہٰذا بتلایا جائے کہ اِس خواب اور اُس کی اس تعبیر میں کیا مناسبت ہے اس کے جواب میں ہم حضرت مولانا اشرف علی صاحب ہی کی چند سطریں نقل کر دینا کافی سمجھتے ہیں جو مولانا مدظلہ العالی نے اسی سوال کے جواب میں ارقام فرمائی ہیں اور وہ یہ ہیں کہ:

"بعض اوقات خواب میں معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور دل بھی گواہی دیتا ہے کہ حضور ہی ہیں لیکن زیارت کے وقت معلوم ہوتا ہے کہ شکل کسی اور کی ہے تو وہاں اہل تعبیر یہی کہتے ہیں کہ یہ اشارہ ہے اُس شخص کے متبع سنت ہونے کی طرف پس جس طرح یہاں بجائے شکل نبوی کے دوسری شکل مرئی ہونے کی (یعنی دکھائی دینے کی) تعبیر اتباع سنت سے دے گئی اسی طرح بجائے اسم نبوی ﷺ دوسرا اسم ملفوظ ہونے کی تعبیر اگر اسی اتباع سے دی جائے تو اس میں کیا محذور شرعی لازم آ گیا۔" (الامداد بابت ماہ جمادی الثانیہ ۱۳۳۶ھ ص ۱۹)

دوسری وجہ اس کی یہ بھی ہوسکتی ہے کہ اس کلام میں مضاف محذوف مانا جائے اور تقدیر عبارت کی یوں ہو "اشرف علی متبع رسول اللّٰہ۔" اور مضاف کا حذف زبان عرب میں

Scanned with CamScanner

شائع ذائع ہے خود قرآن عزیز میں اِس کی بکثرت مثالیں موجود ہیں جو اہل علم پر مخفی نہیں۔

باایں ہمہ حضرت مولانا دامت فیوضہم کو اپنی اِس تعبیر پر اصرار نہیں ممکن ہے کہ اس خواب کی تعبیر کوئی دوسری ہو یا یہ صرف شیطانی وسوسہ ہو جیسا کہ بعض معترضین کا خیال ہے چنانچہ حضرت مولانا دامت برکاتہم خود تحریر فرماتے ہیں۔

''باقی مجھ کو اس پر اصرار نہیں اگر یہ خواب (وسوسہ) شیطانی ہو یا کسی مرض دماغی سے ناشی (پیدا ہوا) ہو اور اس کی تعبیر نہ ہو یہ بھی ممکن ہے۔ لیکن غلط تعبیر دینا (صرف) ایک وجدان کی غلطی ہوگی جس پر کوئی الزام نہیں ہوسکتا۔ (الامداد بابت ماہ جمادی الثانیہ ۱۳۳۶ھ ص ۲۰)

الحمد للہ تعالیٰ کہ ہمارے مخالفین نے اس واقعہ کے متعلق اس وقت تک جو کچھ زہر اگلا تھا اس کا شافی جواب ہم پوری تفصیل کے ساتھ لکھ چکے اور امید کرتے ہیں کہ ان شاء اللہ اس کے ملاحظہ کے بعد کسی منصف مزاج کو کوئی شک وشبہ باقی نہ رہے گا۔

**والامر بید اللّٰہ وھو ولی التوفیق۔**

اِس کے بعد ہم سارے رضا خانیوں کے قبلہ وکعبہ جناب مولوی حامد رضا خان صاحب اور مراد آباد کے استاذ العلماء مولوی نعیم الدین صاحب اور علی پور کے محدث پیر جماعت علی شاہ صاحب اور لاہور کے دیدار علی صاحب اور ہاں کانپور کے مفتی نثار احمد صاحب سے چند سوال کرتے ہیں اُمید کہ یہ بزرگان ملت رضا خانیہ جوابات سے سرفراز فرمائیں گے۔

اس وقت ہمارے سامنے سلطان العارفین سراج السالکین حضرت خواجہ نظام الدین چشتی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات مسمیٰ بہ فوائد الفواد کا اردو ترجمہ ہے اُس کے ص ۲۵۱ پر ہے۔

''(حضرت خواجہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ نے) یہ حکایت بیان فرمائی کہ حضرت شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک شخص مرید ہونے کے واسطے حاضر ہوا شیخ شبلی نے ارشاد فرمایا کہ میں تجھ کو ایک شرط پر مرید کرتا ہوں کہ جو کچھ میں ارشاد فرماؤں تو اُس کو بجالاوے اس نے قبول کیا۔ شیخ شبلی نے فرمایا کہ اچھا کلمہ کس طرح پڑھتے ہو اُس نے ''لا الٰہ الّا محمّد رّسُوْلُ اللّٰہ'' پڑھا آپ نے فرمایا کہ اس طرح پڑھو ''لا الٰہَ الا اللّٰہ شبلی رسول اللّٰہ'' چونکہ یہ شخص عقیدہ میں راسخ تھا فوراً پڑھنے لگا۔ ''لا الٰہَ الا اللّٰہ شبلی رسول اللّٰہ'' حضرت شبلی فوراً رو پڑے اور ارشاد فرمایا کہ میں کون ہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام سے خود کو منسوب کرنا بے

Scanned with CamScanner

ادبی سمجھتا ہوں چہ جائیکہ اُن کی برابری کا دعویٰ کروں یہ امر صرف تیری حُسن عقیدت کے دریافت کے واسطے تھا۔" (فوائد الفواد اردو ص ۲۵۱)

دریافت طلب یہ ہے کہ آپ کے نزدیک حضرت شبلی علیہ الرحمۃ اور اُن کے یہ عقیدت مند مرید اور حضرت خواجہ نظام الدین (جنہوں نے بلا انکار اس واقعہ کو نقل فرمایا) اور ان ملفوظات کے جمع کرنے والے امیر حسن علاء سنجری) جنہوں نے بلانکیر اس واقعہ کو ملفوظات میں درج کیا۔ یہ سب کے سب مسلمان ہیں یا کافر؟

اگر مسلمان ہیں تو کیوں اور کس تاویل سے؟ کیا یہ کلمہ کفر نہیں؟ اور اگر کافر ہیں تو کیا کبھی آپ لوگوں نے اِن حضرات کے اس کفر کی اشاعت کی اگر کی تو کب؟ اور کس کتاب میں؟ اور اگر نہیں تو کیوں؟ کیا صرف اس وجہ سے کہ گجرات کاٹھیاواڑ اور بنگال کے اُن مریدوں کے فرنٹ ہونے کا اندیشہ ہے جن کے نذرانہ پر روزی کا مدار ہے۔

اور اگر کہا جائے کہ ہمارے نزدیک یہ حکایت ہی موضوع اور بے اصل ہے تو سوال یہ ہے کہ آپ کے نزدیک اس کا واضع کون ہے کیا خود حضرت خواجہ نظام الدین چشتی دہلوی یا کوئی اور۔ اور بہر تقدیر بلا انکار نقل کرنے والے یعنی مرتب ملفوظات امیر حسن علاء سنجری کافر ہیں یا مسلمان؟

پھر جن حضرات نے صدہا برس سے اس واقعہ کو "فوائد الفواد" میں دیکھا اور کسی قسم کا انکار نہیں کیا یا جن کو اب ہماری اس تحریر سے اس کی اطلاع ہوئی اور اُنہوں نے مذکورہ بالا اشخاص میں سے کسی کی بھی تکفیر نہیں کی اُن سب کا کیا حکم ہے اور ان کا کہاں ٹھکانا ہے۔ بینوا توجروا۔ بینوا توجروا۔ بینوا توجروا۔

نیز حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی سوانح عمری ملقب بہ "انوار خواجہ" میں مذکور ہے کہ ایک شخص حضرت خواجہ صاحبؒ کی خدمت میں مرید ہونے کے واسطے حاضر ہوا آپ نے اُس کے سامنے وہی شرط پیش کی جو حضرت شبلی نے پیش کی تھی اس شخص نے وہ شرط قبول کی تو آپ نے فرمایا کہ پڑھو کلمہ "لا الہ الا اللہ معین الدین رسول اللہ" اُس نے پہلے انکار کیا لیکن جب دیکھا کہ اس کے بغیر بیعت محال ہے تو جبراً قہراً پڑھا "لا الہ الا اللہ معین الدین رسول اللہ" اس کے بعد حضرت نے ارشاد فرمایا کہ یہ محض تمہاری عقیدت مندی کا امتحان

Scanned with CamScanner

تھا عقیدہ وہی رکھنا جو تمہارا تھا میں تو صرف آں سرور کا ایک غلام ہوں ❶ انتہی۔

اس کے متعلق بھی ہمارا یہی سوال ہے کہ اس صورت میں آپ کے نزدیک حضرت خواجہ صاحبؒ کا کیا حکم ہے اور اگر اِس قصہ کو موضوع کہا جائے تو پھر بتلایا جائے کہ اس کے ناقلین بلا انکار کا کیا حکم ہے پھر جن لوگوں نے اب تک اس قصہ کو حضرت خواجہ کے تذکروں میں دیکھا اور حضرت خواجہؒ کو کافر کہا نہ اس کے ناقلین اور راویین کو اُن سب کا کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔ بینوا توجروا۔ بینوا توجروا۔

کانپور کے نئے محقق صاحب آپ نے تو لوگوں کے کفریات کی اشاعت کا ٹھیکہ لیا تھا یہ چمکتے کفریات (علی اصلکم) آپ کی نظروں سے کہاں اوجھل رہ گئے خیر ''گذشتہ اصلوات آئندہ رااحتیاط'' اب ذرا اپنے اکابر بریلوی، مرادآبادی، لاہوری، اور علی پوری سے ہمارے ان ناچیز سوالات کا جواب دلوایے اور پھر قدرت خدا کا تماشا دیکھیے۔

یہ مان لیا ہم نے کہ عیسیٰ سے سوا ہو
جب جانیں کہ درد دل عاشق کی دوا ہو

نوٹ:۔ ملحوظ رہے کہ ہم نے جو کچھ یہاں لکھا وہ صرف استفسار ہے اس سے ہماری رائے کے متعلق کوئی خیال قائم کرنا شدید ظلم ہوگا یہاں ہم کو صرف ان مفتیان عظام کی حق پرستی کا امتحان کرنا مقصود ہے اور بس۔

☆☆☆

مؤلف رسالہ نے اپنے مدعا باطل کے ثابت کرنے کے لیے الامداد کے اِس مضمون کے علاوہ مرثیہ حضرت مرحوم گنگوہی (مصنفہ حضرت شیخ الہندؒ) سے بھی چند شعر نقل کیے ہیں ان کا جواب بھی ملاحظہ ہو۔ پہلا شعر یہ ہے۔

زباں پر اہل اہواء کی ہے اُعل ہبل شاید
اُٹھا عالم سے کوئی بانی اسلام کا ثانی

---

❶ چونکہ انوار خواجہ اس وقت ہمارے پاس نہیں ہے اس لیے بعینہٖ اُس کے الفاظ نہیں لکھے جا سکے اُس کا جس قدر مضمون محفوظ تھا وہ اپنے الفاظ میں قلم بند کر دیا ہے اور اصولاً منقول عنہ کا نقل کرنا ضروری بھی نہیں صرف مضمون واحد ہونا چاہیے کذا فی الرشید یہ عنہ غفرلہٗ۔

Scanned with CamScanner

رضا خانی صاحبان کو اس شعر کے متعلق جو غلط فہمی پیدا ہوئی ہے اُس کا منشاء صرف یہ ہے کہ اِس شعر میں جو لفظ ''ثانی'' واقع ہے اُس کو ''مماثل'' کے معنی میں سمجھ لیا گیا ہے۔ حالانکہ یہاں شاعر نے اِس لفظ ثانی کو دوم اور دوسرے کے معنی میں استعمال کیا ہے اور یہی اس کے حقیقی معنی ہیں۔ شاعر اِس شعر میں اپنے اس تخیل کو ادا کرنا چاہتا ہے کہ دُنیا میں پہلی مرتبہ تو ''اُعْلُ هُبَلْ اُعْلُ هُبَلْ'' اُس وقت کہا گیا تھا جبکہ شیطان ملعون نے مسلمانوں کی کمر ہمت توڑنے کے لیے اور کفار کے حوصلے بڑھانے کے لیے غزوہ احد میں ''اَلَا اِنَّ ❶ مُحَمَّدًا قَدْ قُتِلَ'' پکارا تھا پس ایک مرتبہ تو اُس وقت کفار نے مسرت کا اظہار کرتے ہوئے ''اُعْلُ هُبَلْ اُعْلُ هُبَلْ'' کے نعرے لگائے تھے اب دوسری مرتبہ جو اہل باطل کی زبان سے وہی کلمہ ملعونہ سنا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ شاید کوئی حامی سنت، خادم دین وملت، حامل لواء ہدایت، ماحی رسوم کفر وضلالت اِس دنیا سے اُٹھ گیا ہے جس کی خوشی میں یہ باطل پرست آج تیرہ سو برس کے بعد پھر وہی پرانا سبق دوہرا رہے ہیں۔ تو آنحضرت ﷺ تو اس وصف خاص ❷ میں اوّل یعنی پہلے ٹھیرے اور یہ شخص ''ثانی''، یعنی دوسرا ہوا۔ الغرض لفظ ''ثانی'' اِس شعر میں ''دوسرے'' کے معنی میں مستعمل ہے نہ مماثل اور نظیر کے معنی ہیں۔

اب صرف یہ سوال باقی رہ جاتا ہے کہ کیا اِس معنی کے لحاظ سے کسی اُمتی کو بھی آنحضرت ﷺ کا ''ثانی'' کہا جاسکتا ہے آؤ۔ ہم اِس سوال کو مدینہ کی سرکار میں پیش کر کے جواب لیں اور دو عالم کے تاجدار کی عالی بارگاہ سے اس کا فیصلہ کرائیں۔

ابن عدی اور ابن عساکر بروایت ابن شہاب زہری حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روای ہیں کہ:

ایک مرتبہ حضرت رسول خدا ﷺ نے حضرت حسان سے فرمایا کہ کیا تم نے ابوبکر کی مدح میں بھی کچھ شعر کہے ہیں؟ عرض کیا کہ ہاں حضور نے ارشاد فرمایا کہ ذرا ان کو پڑھو۔ میں سننا چاہتا ہوں چنانچہ انہوں نے یہ دو شعر پڑھ کر سنائے۔

---

❶ ارے لوگو (حضرت) محمد (رسول اللہ ﷺ) تو شہید ہو گئے۔

❷ یعنی خبر مرگ کے باطل پرستوں کے لیے موجب مسرت اور ان کی زبانوں سے اعل ہبل اعل ہبل کے صدور کے باعث ہونے میں ۱۲

وثانی اثنین فی الغار المنیف وقد　　طاف العدوّ بہٖ اذ صاعد الجبل
وکان حبّ رسول اللّٰہ وقد علموا　　من البریّۃ لم یعدل بہٖ رجلاً

ترجمہ: ابوبکر اُس بارفعت غار میں دو (۲) کے دوسرے تھے جبکہ دشمن پہاڑ پہ چڑھ کر غار کے اردگرد گھوم رہا تھا وہ رسول اللہ ﷺ کے پیارے تھے اور وہ لوگ اس کو خوب جانتے ہیں کہ حضور نے ساری مخلوق میں سے کسی کو بھی ان کے برابر نہیں گردانا۔

ان شعروں کو سن کر آنحضرت ﷺ بہت زیادہ مسرور ہوئے اور مسکرائے یہاں تک کہ دندان مبارک بھی ظاہر ہو گئے اِس کے بعد حضرت حسان سے فرمایا "صدقت یَا حَسّان ھو کما قلت" اے حسان تم نے یہ بالکل ٹھیک کہا واقعی ابوبکر ایسے ہی ہیں" درمنثور جلد سوم ص ۲۴۱

دیکھیے اِن شعروں میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ثانی کہا اور حضور نے "صدقت یا حسان" فرما کر مہر تصدیق بھی ثبت فرما دی۔ فرمایئے کہ حضرت حسانؓ کے متعلق کیا فتویٰ ہے؟ اِنہی حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے دوسرے شعر جو اِس سے بھی زیادہ صریح ہیں ملاحظہ ہوں۔ ابوعمر وابن عبدالبر استیعاب میں اور علامہ سیوطی تاریخ الخلفاء میں بحوالہ طبرانی ناقل ہیں:

"شعبی فرماتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ سب سے پہلے کون اسلام لایا تھا آپ نے فرمایا حضرت ابوبکرؓ اور کہا تم نے حسان رضی اللہ عنہ کے یہ اشعار نہیں سُنے:

اذا تذکّرت شجوًا مِنْ اخی ثقۃٍ　　فاذکر اخاک ابابکر بما فعلا

اگر تم کسی قابل وثوق اور با اعتماد آدمی کے غم کو یاد کرو تو اپنے (دینی بھائی) ابوبکر کو اُن کے فعلوں سے یاد کرو۔

خیر البریۃ اتقاھا واعدلھا　　بعد النبی واوفاھا بما حملا

وہ ساری مخلوق سے بہتر ہیں اور سب سے زیادہ متقی اور سب سے زیادہ عدل پسند ہیں بعد آنحضرت ﷺ کے اور جو بار اُٹھالیا اس کے سب سے زیادہ نبھانے والے ہیں۔

والثانی التالی المحمود مشھدہ　　وَاوّل النّاس ممن صدّق الرّسُلا

اور وہ آنحضرت ﷺ کے ثانی اور پیرو ہیں ان کا مشہد لائق تعریف ہے، اور لوگوں میں وہ سب سے پہلے شخص ہیں جنہوں نے انبیاء علیہم السلام کی تصدیق کی۔

اِس سے بھی زیادہ صریح عبارت امام فخر الدین رازی کی ہے۔ چنانچہ تفسیر کبیر ج ۴، ص ۴۳۸ پر ہے۔

Scanned with CamScanner

دل هذه الأية علىٰ فضيلة ابى بكر رضى اللّٰه عنه من وجوه..... الرابع انه تعالىٰ سمّاه ثانى اثنين فجعل ثانى محمّد عليه السّلام حال كونه فى الغار والعلماء اثبتو انّه رضى اللّٰه عنه كان ثانى محمّد فى اكثر الناصب الدينية الخ

یہ آیت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی فضیلت پر برنچند وجوہ دلالت کرتی ہے.....جن میں سے چوتھی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کا نام ثانی اثنین رکھا اور بوقت رفاقت غار صدیق اکبر کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ثانی ٹھہرایا اور حضرات علمائے کرامؒ نے ثابت کر دیا ہے کہ صدیق اکبرؓ بہت سے مناصب دینیہ میں آنحضرتؐ کے ثانی تھے۔

اِن عبارات سے صاف ظاہر ہے کہ معنی مذکور کے اعتبار سے ایک اُمتی کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ثانی یعنی دوسرا کہا جاسکتا ہے اور اور سلف نے کہا ہے فثبت المرام بتوفيق الملك العلام۔ فله الحمد وعلىٰ رسوله الصلوٰة والسّلام۔

بہت ممکن ہے کہ کسی نیک بخت کو ہماری اس تحریر پر یہ شبہ ہو کہ اِس شعر میں نہ غزوہ احد کا ذکر ہے نہ شیطان کا نہ اُس کے ناپاک مقولے "الا انّ محمّد قد قتل" کا پھر اس مختصر سے شعر کا اتنا طویل وعریض مطلب کس طرح بیان کیا گیا لہٰذا ہم اِس پیدا ہونے والے شبہ کا بھی یہیں خاتمہ کیے دیتے ہیں ملاحظہ ہو۔

یہ شعر کسی جاہل کا نہیں بلکہ استاذ اساتذۃ الہند شیخ الشیوخ حضرت مولانا مولوی محمود حسن صاحب قدس سرہٗ کا شعر ہے اور علماء کے اشعار کا کثیر المعنی ہونا کوئی لائق تعجب امر نہیں۔ خان صاحب بریلوی کے ملفوظات حصہ اوّل ص ۱۱۶ پر ہے (کسی نے اعلیٰ حضرت سے) عرض (کیا) اس شعر کا کیا مطلب ہے۔

اہل نظر نے غور سے دیکھا تو یہ کھلا
کعبہ جھکا ہوا تھا مدینہ کے سامنے

ارشاد (فرمایا) شب میلاد کعبہ نے سجدہ کیا اور جھکا مقام ابراہیم کی طرف اور کہا حمد ہے اُس کے وجہ کریم کو جس نے مجھے بتوں سے پاک کیا (یعنی اِس شعر میں اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے) پس جب اس شعر کا یہ مطلب ہوسکتا ہے (حالانکہ نہ اُس میں مقام ابراہیم کا ذکر ہے نہ کعبہ کی اِس حمد کا نہ شب میلاد کا) تو پھر اگر حضرت شیخ الہندؒ کے اِس شعر کا وہ مطلب ہو جو ہم نے عرض کیا تو کیا محل

Scanned with CamScanner

استبعاد ہے معترض صاحب! اعتراض کرنے کی لیے سخن فہمی کا سلیقہ ہی درکار ہے۔

چوں بشنوی سخن اہل دل مگوکہ خطاست
سخن شناس نئی دلبرا خطا اینجاست

اسی مرثیہ سے دوسرا شعر آپ نے یہ نقل کیا ہے۔

قبولیت اِس کو کہتے ہیں مقبول ایسے ہوتے ہیں
عبید سود کا اُن کے لقب ہے یوسف ثانی

نہ معلوم اس میں کون چیز سی آپ کے نزدیک قابل اعتراض ہے ''یوسف ثانی'' اردو شاعری میں صرف اعلیٰ درجہ کے حسین کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے بالکل اس طرح جس طرح علماء کرام نے ''لکل فرعون موسیٰ'' یعنی ''ہر فرعونے راموسیٰ'' کے معنی یہ بیان کیے ہیں ''کہ ہر باطل پرست کی سرکوبی کے لیے اللہ تعالیٰ کسی نہ کسی حق پرست کو مقرر فرما دیتا ہے پس جس طرح کہ اِس عربی مثل میں ''موسیٰ کے معنیٰ صرف حق پرست کے ہیں اسی طرح اردو شاعری میں یوسفؑ اور یوسف ثانی کے معنی صرف حسین کے ہیں افسوس کہ رضا خانی دوستوں کو اردو محاورات سے آشنا کرانا بھی (جو حقیقت میں اردو اسکول کے ٹیچروں کا کام تھا) ہم ہی کو انجام دینا پڑتا ہے۔

ذوق بازیگہ طفلان ہے سراسر یہ زمیں
ساتھ بچوں کے پڑا کھیلنا گویا ہم کو

تیسرا شعر آپ نے یہ نقل کیا ہے۔

مردوں کو زندہ کیا زندوں کو مرنے نہ دیا
اس مسیحائی کو دیکھیں ذرا ابن مریم

اس شعر میں مرنے سے گمراہی مراد ہے اور جینے سے ہدایت اور سلامت روی اور موت وحیات کا استعمال ان معانی میں کوئی نادر چیز نہیں بلکہ شائع ذائع ہے۔ قرآن عزیز میں ارشاد ہے اَوَ مَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يمشي به الاية (الانعام:۱۲۲) دوسری جگہ ارشاد ہے لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَّيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ (الانفال::۴۲) اِن آیات کریمہ اور ان کے علاوہ اور بہت سے نصوص میں حسب تصریح مفسرین عظام موت وحیات سے صرف گمراہی اور ہدایت مراد ہے پس سمجھ لینا چاہیے کہ ٹھیک اسی طرح حضرت مولانا قدس سرہٗ کے اس شعر میں موت وحیات سے صرف ضلالت اور ہدایت مراد ہے۔ بنابریں شعر کا مطلب صرف یہ ہے۔

Scanned with CamScanner

''قطب الہدایۃ والارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب قدس سرہٗ نے بہت سے گمراہوں کو ہدایت یاب، صدہا بدعتیوں کو پکا سنی بنا دیا اور ہدایت یافتہ لوگوں کو گمراہ ہونے سے روکا۔ اہلسنت کو بدعات ملعونہ میں ملوث نہ ہونے دیا۔ اس کے بعد حضرت مولانا تمنا فرماتے ہیں کہ کاش حضرت مسیح علیہ السلام حضرت مرحوم کی اس روحانی مسیحائی کو ملاحظہ فرماتے اور اس کی تحسین فرماتے۔

کیا کسی کو ہادی ورہنما کہنا بھی آپ کے مذہب میں کفر والحاد ہے۔ ہمیں افسوس کے ساتھ عرض کرنا پڑتا ہے کہ اہل علم کا کلام سمجھنے کے لیے بھی کچھ علم درکار ہے اور چند جاہلان ناخردکار کسی کو مولوی یا مفتی کہہ دینا اُس کے علم کی کافی ضمانت نہیں۔

ہزار نکتہ باریک تر زمو اینجاست
نہ ہرکہ سر بترا شد قلندری داند

## ایک نفیس تحقیق

ناظرین کرام! ہر وہ شخص جس کو کسی زبان کے ادب سے تھوڑی سی بھی دلچسپی ہوگی وہ بخوبی جانتا ہوگا کہ شعراء اپنے کلام میں کس قدر بعید استعارات اور کنایات سے کام لیتے ہیں یہاں تک کہ بعض اوقات سطحی نظر میں اُن کا کلام خالص کفر ہوتا ہے۔ لیکن اگر بہ نظر دقیق دیکھا جائے تو اُسی میں حقیقت کا ایک زبردست سبق ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ علماء کرام شعرا کے کلام پر فتویٰ کفر دیتے ہوئے نسبۃً زیادہ احتیاط سے کام لیتے ہیں اور اگر اس اصول کو نظر انداز کر دیا جائے تو یقین ہے کہ تکفیر کی آگ اکابر دیوبند ہی تک نہیں پہنچے گی بلکہ اِس کی چنگاریاں بہت سے اسلامی خرمنوں کو جلا کر خاک سیاہ کر دیں گی۔

صرف نمونے کے طور پر ہم چند مسلم الثبوت اولیاء اللہ کے دو چار شعر ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہوں۔

شمس الملّت والدین حافظ شیرازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔

ما مریداں روبسوے کعبہ چوں آریم چوں
روبسوئے خانۂ خمار دارد پیرِ ما

جب ہمارا پیر مغاں ہی شراب کی بھٹی کی طرف جارہا ہے تو ہم کعبہ کی طرف کیوں رخ کریں۔

Scanned with CamScanner

مباش در پئے آزار وہرچہ خواہی کن
کہ در شریعت ماغیر ازیں گناہے نیست

بس کسی کی ایذا رسانی کے درپے نہ ہو اور جو بھی جی چاہے کرو کیونکہ ہماری شریعت میں دل آزاری کے سوا کوئی دوسرا گناہ نہیں۔

② حضرت خواجہ امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

خلق مے گوید کہ خسرو بت پرستی مے کند
آرے آرے مے کند با خلق مارا کارنیست

خلق کہتی ہے کہ خسرو بت پرستی کرتا ہے ہاں ہاں بے شک کرتا ہے تم سے میرا کوئی واسطہ نہیں۔

کافر عشقم مسلمانی مرادر کار نیست
ہر رگ من تارگشتہ حاجت زنار نیست

میں کافر عشق ہوں مجھے مسلمانی کی ضرورت نہیں میری ہر ہر رگ تار تار ہو چکی ہے لہٰذا زنار کی حاجت نہیں۔

یہ صرف نمونے کے طور پر چند شعر لکھ دیے گئے ورنہ جن حضرات نے تصوف کی کتابوں اور صوفیائے کرام کے دیوانوں کا مطالعہ فرمایا ہوگا اُن پر ہرگز مخفی نہ ہوگا کہ بزرگان دین کے دیوانوں میں ایسے بہت سے شعر موجود ہیں جو سرسری نظر میں قرآن عظیم اور احادیث نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی تعلیمات کے صرف مخالف ہی نہیں بلکہ معاذ اللہ بظاہر ایک مقابلہ کی شان رکھتے ہیں اور ایک ظاہر بین حقیقت سے نا آشنا کی نظر میں اُن حضرات قدسی صفات کی تکفیر کے لیے کافی سے زیادہ ہیں تو کیا ہمارے یہ رضا خانی دوست وہاں بھی اِسی جلد بازی سے کام لیں گے۔

اگر رضا خانی مذہب میں شیراز اور دیو بند دونوں کے لیے ایک ہی شریعت اور ایک ہی قانون ہے تو ہم کو دیکھنا ہے کہ مفتیان بریلی حافظ شیرازی اور امیر خسرو و دیگر اولیاء کرام رحمہم اللہ کے متعلق کیا فتویٰ صادر کرتے ہیں۔

آں شوخ سرخ جامہ سوار سمند شد
یاراں حذر کنید کہ آتش بلند شد

Scanned with CamScanner